www.KitaboSunnat.com

تفسیر و التعبیر

عزیز زبیدی واربرٹن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان ہے۔

الٓمّٓ (۱) ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (۲) لَا (۳) رَيْبَ (۴) فِيْهِ

الف، لام، میم، یہ وہ کتاب ہے جس (کے کلام الٰہی ہونے) میں کچھ بھی شک نہیں۔

(۱) الٓمّٓ (الف، لام، میم) یہ حروف بقرۃ، آلِ عمران، عنکبوت، روم، لقمان اور سجدہ کے شروع میں آئے ہیں۔ ان کا نام حروفِ مقطعات ہے۔ ۱۴ سورتوں یعنی (۲۹) سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے وہ کُل یہ ہیں: ا، ح، ر، س، ص، ط، ع، ق، ک، ل، م، ن، ہ، ی۔

ان کے معنے کیا ہیں؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت امام ابنِ حزم رحمہ اللہ نے ان کو متشابہات میں شمار کیا ہے[۱]۔ بعض اکابر نے ان کے کچھ معنے بیان کیے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح کا رواج دوسری زبانوں میں بھی ہے اور عربی میں بھی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سب ان کی نکتہ آفرینیاں ہیں۔ یہ ان کے لغوی اور شرعی معنے نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اسرارِ الٰہیہ میں سے ہیں جن کو وہ خود ہی بہتر جانتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ان کے معنے اَنَا اللّٰہُ اَعْلَمُ (میں اللہ ہی بہتر جانتا ہوں) کر کے ان کا صیغۂ راز اور اسرارِ مخفیہ ہونا واضح فرمایا ہے، مگر بہت سے اکابر نے اسے "ہی ان کے معنے تصور کر لیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ آپ ان کو "کوڈ ورڈز" کی حیثیت دے سکتے ہیں بشرطیکہ آپ اس کے حق میں ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کو جانتے تھے۔

اس صیغۂ راز اور سرِ الٰہی سے ہمیں کیا فائدہ؟ ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان حروفِ مقطعات کے ذریعے بندوں کو "تفویض و تسلیم" کی تعلیم دی گئی ہے کہ آپ صرف اس لیے ان کو حق اور برحق مانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے "والحکمۃ فیہ ھو کمال الانقیاد والطاعۃ والتفویض والتسلیم" مقامِ عبدیت کے عظیم شعائر میں سے ہیں۔ اس لیے ایمان بالغیب کو مکارمِ ایمان میں ایک

[۱] الاحکام [illegible]

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہم اور عظیم مقام حاصل ہے، جب تفویض و تسلیم کے باب میں کوئی راسخ ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ باتیں اور اسرار دل کی آواز بن جاتے ہیں۔

(۲) ذٰلِكَ (وہ) ذا اشارۂ قریب، ذاكَ اشارۂ متوسط اور ذٰلك اشارۂ بعید کے لیے آتا ہے۔ اشارۂ بعید سے مقصود کبھی معہود و ذہنی ہوتا ہے یعنی مشارٌ الیہ متکلم اور مخاطب کے ذہن میں ہوتا ہے۔ کبھی تحقیر اور کبھی واقعتہً بُعدِ زمانی اور بُعدِ مکانی ملحوظ ہوتا ہے اور کبھی اس کا محرک "علوِ شان" کا احساس ہوتا ہے جیسے ایک عظیم انسان جو گو سامنے ہوتا ہے مگر انجذاب کر کے اس کی بات کی جاتی ہے۔

یہاں بھی (ذٰلك) "الکتاب" کے علوِ شان (اونچی شان) کے لیے استعمال ہوا ہے اور یہ اس وقت آپ محسوس کریں گے جب آپ "وہ" کو لیبی آواز میں ادا کرنے کی بجائے "وہ" کو کھینچ کر ادا کریں گے۔

کتاب سے قرآن پاک مراد ہے اور یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس سے قرآن ہی مقصود ہوتا ہو یہ شریعت اور دینِ مبین کا اولین اور بنیادی ماخذ ہے۔ سنت، اجماع اور قیاس سبھی اسی کے شارح ہیں۔

(۳) لَا (بالکل نہیں) یہ حرف عدمِ محض کے معنے دیتا ہے یعنی جس لفظ یا جملہ پر داخل ہوتا ہے اس کی جنس کی بالکل نفی کر دیتا ہے۔ اس شے کی نفی کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ بالکل ہے ہی نہیں۔ یہ اس کے اصلی معنے ہیں یا یہ کہ جیسی چاہیئے تھی ویسی نہیں ہے، یہ اس کے مجازی معنے ہیں۔ اس کا فیصلہ قرائن، پیرایۂ بیان، عرف اور اصول کے سیاق و سباق کو دیکھ کر کیا جاتا ہے کہ یہاں اصلی معنے مراد ہیں یا مجازی۔

(۴) رَيْبَ (شک، تردد اور قلق) اس سے مراد شک اور تردد ہے جو وجہِ اضطراب بنتا ہے۔

(حقیقتہا قلق النفس واضطرابها قاله الزمخشری وقال البیضاوی وسمی به الشك لانه یقلق النفس ویزیل الطمانینة۔ بیضاوی)

ریب کا تعلق قلب کے علم و عمل سے ہے، لیکن شک کا تعلق صرف علمِ قلب سے ہے۔ اس لیے جب تک دل علم و عمل کی حد تک مطمئن نہ ہو جائے اس وقت تک اس کو یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔

الریب یکون فی علم القلب وفی عمل القلب بخلاف الشك فانه لا یکون الا فی العلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و لهذا لا یوصف بالیقین الا من اطمأن قلبه علماً و عملاً " (کتاب الایمان ص۱۱۲)

مقصد یہ ہے کہ اس کتابِ مبین کے منجانب اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں، ہاں اس کے مضامین اور عجائبات تو مقامِ حیرت تو ضرور ہیں لیکن خلجان اور اضطراب کا سبب نہیں ہیں۔ یہ ایک کریم رہنما، مشفق رفیقِ سفر اور نورانی مشعلِ راہ ہے۔ جس سے سالک ایک گونہ طمانیت اور سکینت ہی محسوس کرتا ہے کیونکہ جہاں اجالا ہی اجالا ہو وہاں اضطراب کہاں اور تردد کیسا؟ اس کے باوجود اگر کسی صاحب کو اس سلسلہ میں تردد اور شکوک و شبہات کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں تو اسے اپنا ہی جائزہ لینا چاہیے۔ حضرت امام ابن القیمؒ آیت "لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے مضامین اور معانی سے صرف انہی کو مناسبت حاصل ہو سکتی ہے جن کا دل پاک ہو اور وہی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو اسے کلامِ خدا تصور کرتے ہیں جو قرآن کے ظاہر کے برعکس اس کے مخالف باطنی معنوں پر یقین رکھتا ہے، جو قنوطی اور وہمی بندہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اونچا کلام ہے، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے، بس ... حق ماننا ہی کافی ہے یا جو اس کو اپنے مسلک اور مشرب ... ح رہنا چاہتا ہے اور اپنے گروہوں کے اقوال کی ترازو میں تول تول کر اس سے کسبِ فیض کی کوشش کرتا ہے اور جو شخص دل و جان سے اپنے ظاہر اور باطن پر اس کی حکمرانی کو قبول نہیں کرتا یا اس کے اوامر، نواہی اور اخبار کا امتثال نہیں کرتا، ان سب لوگوں کے دلوں کی یہ گھٹن، قرآن حکیم سے کسبِ فیض اور مناسبت کے حصول میں مانع ہے۔ صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس سے جو چاشنی پائی تھی، یہ لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔

" کل هؤلاء و لم تمس قلوبهم معانیه و لا یفهمونه کما ینبغی ان یفهم و لا یجدون من لذة حلاوته و طعمه ما وجده الصحابة و من تبعهم "

(اقسام القرآن ملخصاً و ملتقطاً)

فِیْهِ ۛ (۱) هُدًى (۲) لِّلْمُتَّقِیْنَ (۳) ۝
پرہیزگاروں کی رہنمائی ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ﴿فِيهِ﴾ (اس میں) فیہ کے دائیں بائیں نقطوں کے جو نشان ہیں۔ وہ اس بات کی علامت ہیں کہ فیہ کا تعلق دائیں والے لفظ سے بھی ہو سکتا ہے اور بائیں والے لفظ سے بھی۔ وقف فیہ پر کریں اور "لَا رَيْبَ فِيهِ" پڑھیں یا وقف لا ریب پر کریں اور فیہ کو ھدیٰ کے ساتھ ملا کر "فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ" پڑھیں، دونوں درست اور جائز ہیں۔

"لَا رَيْبَ فِيهِ" کی صورت میں معنے یہ ہوں گے کہ: "اس میں کچھ بھی شک نہیں" اور جب "فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ" پڑھیں گے تو معنے یوں کریں گے کہ "متقی لوگوں کے لیے ہدایت صرف اسی میں ہے" دوسری صورت کو اختیار کیے بغیر بھی بات وہی ہے جو بیان کی گئی ہے، لیکن سیاقِ کلام کے لحاظ سے صورت پہلی راجح ہے یعنی فیہ کو لا ریب سے ملا کر پڑھنا چاہیے! امام ابن کثیرؒ (ص ۳۹) نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور ھدیٰ کو کتاب کی صفت قرار دیا ہے کیونکہ دوسرے مقامات پر ایسا ہی واقع ہوا ہے۔

(۲) ﴿هُدًى﴾ (ہدایت) ہدایت کے دو معنے ہیں (۱) راہ دکھانا اور (۲) راہ پر لگا دینا۔ پہلی ہدایت تو عام ہے مسلم اور کافر سبھی کے لیے کھلی ہے اور سب پر واضح کر دی گئی ہے دوسری ہدایت خاص ہے، کامل اور خدا کا خاص انعام ہے۔ مگر اس کے حصول کے لیے تین شرطیں اور فضائل حمیدہ ضروری ہیں:

۱۔ مطلوب واحد ہو (۲) طلب واحد ہو (۳) اور طریق (راہ) واحد ہو۔ مطلوب واحد سے حق، طلب واحد سے جذبۂ اتباع اور طریق واحد سے سنت مراد ہے یعنی صرف حق سامنے ہو، اسی کی غلامی کا جذبہ کارفرما ہو اور سنت کے مطابق اس کے حصول کی کوشش ہو۔ حضرت امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں:

"والهدى التام يتضمن توحيد المطلوب وتوحيد الطلب وتوحيد الطريق الموصلة والانقطاع" (اقسام القرآن ص ۶۸)

اس کے باوجود اگر کوہرِ مقصود ہاتھ نہ لگے تو پھر سمجھ لیجئے کہ ان میں سے کسی ایک میں یا سب میں کوئی بے جا آمیزش ہو گئی ہے۔ مطلوب میں آمیزش سے توحید اور اخلاص نہیں رہتا، طلب میں آمیزش، صدق اور عزم صمیم کو متزلزل کر دیتی ہے اور طریق میں آمیزش سے امتثال امر ممکن

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہتا۔ پہلی صورت سے انسان شرک اور ریا میں پڑ جاتا ہے۔ دوسری سے معصیت کا شکار ہو جاتا ہے اور تیسری کی وجہ سے بدعت میں مبتلا ہو جاتا ہے:

"وتخلف الوصول يقع من الشركة في هذه الامور او في بعضها فالشركة في المطلوب تنافي التوحيد والاخلاص والشركة في الطلب تنافي الصدق والعزيمة والشركة في الطريق تنافي اتباع الامر فالاول يوقع في الشرك والرياء والثاني يوقع في المعصية والبطالة والثالث يوقع في البدعة ومفارقة السنة فتوحيد المطلوب يعصم من الشرك وتوحيد الطلب يعصم من المعصية وتوحيد الطريق يعصم من البدعة والشيطان" (اقسام القرآن ص۲۹)

ہدایت، دل کی دولتِ ایمان ہے اور یہ جنسِ بازار نہیں ہے کہ کوئی کہیں سے ڈھونڈ کر لائے یہ تو صرف خدا کے بس کی بات ہے۔ جس دل کو چاہتا ہے اس دولت سے مالا مال کر دیتا ہے:

"يطلق الهدى ويراد به ما يقر في القلب من الايمان وهذا لا يقدر على خلقه في قلوب العباد الا الله عز وجل قال الله تعالى (اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ) وقال (لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ) وقال (مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ) وقال (ومن يهد الله فهو المهتد ومن يضلل فلن تجد له وليا مرشدا)"

(تفسیر ابن کثیر)

ہاں وہ اعمال اور افکار حصولِ ہدایت کے لیے ایک بہانہ یا کشش کا ذریعہ بن سکتے ہیں جن کی نشان دہی کتاب و سنت نے کی ہے۔

(۳) لِلْمُتَّقِیْنَ (متقی لوگوں کے لیے) "ہدایتِ کامل" کے بیان میں جو تین خصائلِ حمیدہ اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں، ان کے حامل دراصل یہی متقی لوگ ہیں اور یہی ان کا جامع تعارف بھی ہے، اس لیے کامل ہدایت کے اعزاز سے سرفراز بھی یہی بندگانِ خدا ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعبؓ سے تقویٰ کی حقیقت دریافت کی تو وہ بولے: کیا کبھی خاردار راستے سے بھی آپ گزرے؟ فرمایا: کیوں نہیں! پھر پوچھا: تو پھر کیا کرتے ہو؟ بولے: بس بچ بچا کر دامن سمیٹے گزر جاتا ہوں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حدثنا من التقوٰی فقال هل اخذت طریقا ذا شوك قال نعم قال فما عملت فیه؟ قال حذرت و تشمرت قال کعب و ذلك التقوٰی" (بغوی وغیرہ) ۔۔۔ ابن کثیر میں کعب کے بجائے ابی بن کعب ہے۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ تقوےٰ کے تین درجے ہیں پہلا یہ کہ عذاب جاوداں سے بچ جائے یعنی شرک سے محفوظ رہے، دوم مزید معاصی اور سیئات سے بھی پرہیز کرے۔ شریعت کی زبان میں تقوےٰ سے مراد یہی درجہ ہے اور تیسرا یہ کہ شبہات تک سے پرہیز کرے اور ان مباح امور کو بھی ترک کر دے جو معاصی کا سبب بن سکتے ہیں۔ باطن کو بغیر حق کی دل چسپیوں سے بالکل پاک کر دے اور اپنے اعضاء و جوارح کو باری تعالیٰ کی جناب کے لیے یکسو رکھے وَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ میں اسی مرتبہ کا ذکر ہے۔[1] اس کے علاوہ عرف شرع میں لفظ تقوےٰ کئی ایک معنوں میں مستعمل ہوا ہے مثلاً یعنی ایمان (وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى) یعنی توبہ (وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا) یعنی اطاعت (لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ) یعنی ترکِ گناہ (وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ) یعنی اخلاص (فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ)[2] یعنی خوف (وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ) یعنی بچاؤ (اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ) ۔۔۔ (مفردات)

الغرض جو خدا سے ڈرتے ہیں وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں اور دھڑکتے دل کے ساتھ سفرِ حیات کی منزلیں طے کرتے ہیں۔ انہی سلیم الفطرۃ اور سنجیدہ لوگوں کے لیے قرآن حمید مشعلِ راہ بھی ہے اور رفیقِ سفر بھی۔ صحیح معنےٰ میں یہی لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں اس لیے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا ہے ۔۔۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ حکیم کا صحیح معرف، عمل ہے، باقی رہی اس کی تلاوت۔ سو یہ بھی گو ایک کارِ ثواب ہے تاہم مطلوب وہی عمل اور طرزِ حیات ہے جو لے کر وہ ہم پر نازل ہوا ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ بندۂ مومن ہاتھ نہیں آتا جس کو خدا کا پورا پورا اعتماد حاصل ہو۔

اَلَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ[1]
جو	غیب پر ایمان لائے

---

[1] تفسیر مدیلی [2] ایضاً

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) یُؤْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) اپنے دل سے خدا کی بات ماننے اور اس کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔ قرآن وحدیث میں یہ لفظ کبھی تنہا استعمال ہوا ہے اور کبھی اسلام کے ساتھ۔ تنہا کی صورت میں تو ایمان قلبی اور اعمال صالحہ (اسلام) دونوں مراد ہوتے ہیں اور جہاں ایمان اسلام کے ساتھ آیا ہے وہاں اسلام سے مراد ظاہری اعمال اور ایمان سے مراد ایمان باللہ ہے۔

"فلما ذكر الايمان مع الاسلام جعل الاسلام هو الاعمال الظاهرة كالشهادتين .... وجعل الايمان ما في القلب من الايمان بالله .... واذا ذكر اسم الايمان مجردا دخل فيه الاسلام والاعمال الصالحة" (كتاب الايمان ص۵)

بعض نیک کاموں کے نہ ہونے پر ایمان کی نفی کر دی جاتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ یہ فرض ہے جیسے لا صلوٰۃ الا بام القرآن (فاتحہ کے بغیر نماز ہی نہیں ہے) اگر اعمال خیر کی بنا پر فضیلت کا ذکر آیا ہے مگر ایمان کی نفی نہیں کی گئی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ چیز مستحب ہے اور جو لوگ اس سے نفی کمال مراد لیتے ہیں تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک ایسا کمال جس کے ترک کر دینے سے انسان سزا کا حقدار ہو جاتا ہے تو یہ ٹھیک ہے لیکن اگر نفی کمال سے مستحب کی نفی مراد ہے تو یہ غلط ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کا استعمال نہیں ملتا۔

"ثم ان نفي الايمان عند عدمها دال على انها واجبة وان ذكر فضل صاحبها (اي اعمال البر) ولم ينف ايمانه دل على انها مستحبة .... فمن قال ان المنفي هو الكمال فان اراد انه نفي الكمال الذي يذم تاركه ويتعرض للعقوبة فقد صدق وان اراد انه نفي الكمال المستحب فهذا لم يقع قط في كلام الله ورسوله ولا يجوز ان يقع" (كتاب الايمان ص۵-۶)

باقی رہے وہ لوگ جو اہل ایمان ہونے کے باوجود عمل میں خام ہیں کیا ان کو مومن کہہ سکتے ہیں؟ امام ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں مطلقاً تو نہیں، ہاں ناقص الایمان ان کو کہہ سکتے ہیں۔

"فالمومن لا بد ان يحب الحسنات ولا بد ان يبغض السيئات ولا بد ان يسره فعل الحسنة ويسوءه فعل السيئة ومتى قدر انه في بعض الامور ليس كذلك كان ناقص الايمان" (كتاب الايمان ص۲۰)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن شرط یہ ہے کہ جو خامی پیدا ہو گئی ہے، اسے وہ دل سے ناپسند ہی کرتا ہو۔ ولکن لا بد ان یکون کارھا لھا...... فمن لم یکرہ ...... لم یکن منھم (کتاب الایمان ص۲۰)

ایمان اور اسلام میں فرق واضح ہے۔ ایمان دل کی بات کا نام ہے جیسے تصدیق، اقرار اور معرفت اور اسلام ایمان کے عملی مظاہر کا نام ہے یعنی دل اور جوارح کے اعمال کا نام ہے جیسے اللہ کے حضور، تذلل اور عبودیت کے ساتھ حاضری دینا؛

"الاسلام ھو الاستسلام وھو الخضوع لہ والعبودیۃ لہ...... فالاسلام فی الاصل من باب العمل عمل القلب والجوارح واما الایمان فاصلہ تصدیق واقرار ومعرفۃ فھو من باب قول القلب المتضمن عمل القلب والاصل فیہ التصدیق والعمل تابع لہ" (کتاب الایمان)

ہاں قرآن میں صرف اسلام کی بنیاد پر دخولِ جنت کا ذکر نہیں آیا کیونکہ بظاہر ایسا ایک منافق بھی کر سکتا ہے ہاں صرف ایمان کے ساتھ جنت کا ذکر ملتا ہے۔

"واما الاسلام المطلق المجرد فلیس فی کتاب اللہ تعلیق دخول الجنۃ بہ کما فی کتاب اللہ تعلیق دخول الجنۃ بالایمان المطلق المجرد" (ایضاً ص۱۲۱)

اس بارے میں اختلاف ہے کہ اسلام افضل ہے یا ایمان۔ ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اسلام افضل ہے، ایک اور گروہ کا نظریہ ہے کہ دونوں برابر ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان ہی افضل اور اکمل ہے اور یہی حق بھی ہے۔

"والقول الثالث ان الایمان اکمل و افضل وھذا ھو الذی دل علیہ الکتاب والسنۃ فی غیر موضع" (ایضاً ص۱۲۵)

بعض ائمہ نے یُؤْمِنُوْنَ کے معنے یَخْشَوْنَ (ڈرتے ہیں) کیے ہیں (ومنھم من فسرہ بالخشیۃ ــــــ ابن کثیر) اس کی تائید دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے۔

صحف سماوی کے ذکر میں فرمایا:

"وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِیَآءً وَّذِکْرًا لِّلْمُتَّقِیْنَ"

اور ہم نے (حضرت) موسےٰ و ہارون (علیہما السلام) کو فرقان، روشنی اور نصیحت

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرہیزگاروں کے لیے عنایت کی۔ (پ۱۷-الانبیاء-ع۴)

اس کے بعد متقی لوگوں کا تعارف کرایا:

"اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ" (ایضاً)

جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

سورہ فاطر میں ہے:

"اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ۔" (پ۲۲-فاطر-ع۳)

آپ تو بس ان ہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے اور نماز قائم کرتے ہیں۔

سورۂ ملک میں ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ" (پ۲۹-ع۱)

جو لوگ بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

جن بزرگوں نے بِالْغَیْبِ کے معنے "لوگوں سے غائب رہ کر" کیے ہیں یہ آیات ان کی تائید کرتی ہیں (اَلْقُرآن یفسر بعضه بعضًا) اس لیے اگر یہاں پر یُؤْمِنُوْنَ کے معنے یَخْشَوْنَ کیے جائیں تو یہ قرآنی تفسیر ہوگی۔

دراصل ایمان (خدا اور اس کی بات ماننے) کے ضمن میں سبھی کچھ آجاتا ہے بیم بھی اور رجا بھی ڈر بھی، امید بھی، حسن ظن بھی اور عقیدت بھی، جوہر شناسی بھی اور قدردانی بھی ——— اس لیے ہمارے نزدیک یہ سب امور ایمان کے خواص، مقتضیات اور مکارم مزاج میں داخل ہیں بنابریں تفسیر یہ بھی صحیح اور درست ہے (فکل هذه متقاربة فی معنی واحد ——— ابن کثیر)

رسول مقبولؐ نمبر

خاصی بڑی تعداد میں شائع کیا جا رہا ہے۔ تجارتی ادارے اپنے اشتہارات پہلی فرصت میں ارسال فرما کر اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔

منیجر ماہنامہ محدث گارڈن ٹاؤن لاہور۔ فون ۵۵۰۸۰

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ